سندباد جہازی کا دوسرا سفر

الف لیلہ

دنیا کے مختلف علاقوں میں داستانیں سننے سنانے کی روایت عام رہی ہے۔ ہندستان میں ''کتھا سرت ساگر'' پرانے قصوں کا معروف مجموعہ ہے۔ عرب دنیا میں الف لیلہ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ عربی میں یہ داستان الف لیلہ ولیلتے کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے ''ایک ہزار اور ایک راتیں''۔ الف لیلہ ایک قصہ در قصہ داستان کا نام ہے جسے شہرزاد نامی ایک خاتون سے منسوب کیا جاتا ہے۔ روایت یہ ہے کہ شہرزاد کو قصّے کے طول دینے میں زبردست ملکہ حاصل تھا اور ہر رات وہ اپنے قصّے پر ایک ایسے موڑ پر لے جا کر چھوڑتی تھی جہاں سننے والے کا تجسّس بڑھ جاتا تھا۔ اگلی رات قصہ پھر آگے بڑھتا تھا اور پھر اس میں ایک نیا موڑ آ جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ شہرزاد کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے اس کے زندہ رہنے کی شرط یہی تھی کہ داستان ختم نہ ہو۔ اس امتحان میں شہرزاد کھری اتری۔ اسی لیے دنیا بھر کے بیانیہ ادب میں شہرزاد کا نام اب بجائے خود ایک لیجنڈ بن چکا ہے۔ مغرب و مشرق کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں الف لیلہ کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ یہ داستان بچوں کی سب سے پسندیدہ کتابوں میں ہے۔

پہلے سفر کے بعد میں نے پکّا ارادہ کر لیا تھا کہ اب کبھی سفر کا نام نہ لوں گا اور آرام سے بغداد میں زندگی گزاروں گا۔ کچھ مہینے اسی طرح گزر گئے۔ پھر میں آرام کی زندگی سے اُکتا گیا۔ میرا دِل مجھ سے بار بار کہتا کہ ''سفر کرو، سفر میں فائدے ہی فائدے ہیں۔ نئے نئے شہر دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اگر کسی شہر میں کوئی نایاب چیز مل گئی تو آدمی اسے دوسرے شہر میں بیچ کر لاکھوں کما سکتا ہے۔'' آخر میں نے سفر کا ارادہ کر ہی لیا اور ایک دن شہر سے اچھّی اچھّی چیزیں خرید کر جہاز پر سوار ہو گیا۔ میرے ساتھ دوسرے سوداگر بھی تھے۔

ہم کئی دن تک سمندر میں سفر کرتے رہے۔کبھی کسی بندرگاہ پر جہاز ٹھہر جاتا تو ہم اُتر جاتے۔اپنے ساتھ لایا ہوا سامان مہنگے داموں بیچتے۔ اسی طرح وہاں اگر کوئی عجیب وغریب چیز مل جاتی تو اسے سستے داموں خریدتے اور دوسرے شہر میں اس کی بھاری قیمت وصول کرتے۔ اِس طرح مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس سفر میں بہت منافع ہوا۔

ایک دن ہمارا جہاز ایک جزیرے کے کنارے آکر رکا۔ یہ جزیرہ بہت ہرا بھرا تھا۔ جگہ جگہ پھل دار درخت دکھائی دے رہے تھے۔ ہم سب اتر پڑے اور جزیرے کی سیر کرنے لگے۔ جزیرہ ویران پڑا تھا۔ وہاں کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔لیکن درختوں میں طرح طرح کے پھل لگے ہوئے تھے۔ ہم سب مل کر درختوں سے پھل توڑ کر کھانے لگے۔ بڑا مزا آیا۔ پاس ہی ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ ہم سبھوں نے ٹھنڈا ٹھنڈا پانی پیا اور اِدھر اُدھر سیر کو نکل گئے۔ جہاز کے کپتان نے اعلان کیا تھا کہ جہاز ایک گھنٹے کے بعد روانہ ہو جائے گا لیکن میں اپنی دُھن میں اکیلا بہت دور نکل گیا۔ایک گھنے،سایہ دار درخت کو دیکھا تو اس کے نیچے تھوڑی دیر کے لیے لیٹ گیا۔لیکن بدقسمتی سے آنکھ لگ گئی۔

جب آنکھ کھلی تو آس پاس کسی ساتھی کو نہیں پایا۔ میں گھبرا کر جہاز کی طرف دوڑا، وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس طرح میں جزیرے پر اکیلا ہی رہ گیا۔ میں اپنے کیے پر بہت پچھتایا لیکن پچھتانے سے کیا ہوتا ہے؟ میں خود کو لعنت ملامت

کرنے لگا کہ میں نے دل کی بات کیوں مانی؟ کیا پہلے سفر کی مصیبتیں کم تھیں جو بیٹھے بٹھائے پھر آفت مول لی۔ میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کہاں جاؤں؟ آس پاس پانی، آسمان اور ہرے بھرے درختوں کے سوائے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں جزیرے میں اِدھر اُدھر مارا مارا پھرنے لگا۔ میں دعا مانگتا تھا کہ ’’یا خدا مجھے اس مصیبت سے بچا۔‘‘ اچانک میری نظر ایک سفید چیز پر پڑی۔ میں اس کی طرف لپکا۔ نزدیک پہنچا تو مجھے وہ چیز ایک سفید گنبد کی طرح نظر آئی۔ سوچا کہ اس کے اندر جا کر دیکھنا چاہیے۔ چھوُنے پر گنبد کی دیوار بہت چکنی محسوس ہوئی۔ میں اس گنبد کے اِرد گرد گھومنے لگا کہ کہیں دروازہ نظر آ جائے۔ مگر یہ تو چاروں طرف سے بند تھا۔ اتنے میں یکایک چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ میں سمجھا کہ شام ہو چلی ہے۔ سورج ڈوب گیا۔ آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہاں بادل کا ایک بڑا کالا ٹکڑا نظر آیا جو بڑی تیزی سے میری طرف چلا آ رہا تھا۔ میں سمجھا کہ اب زور دار بارش ہوگی لیکن بادل کا

وہ ٹکڑا تو میرے قریب آ کر نیچے اترنے لگا۔ میں گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹکڑا گنبد پر اس طرح آ گرا کہ گنبد نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

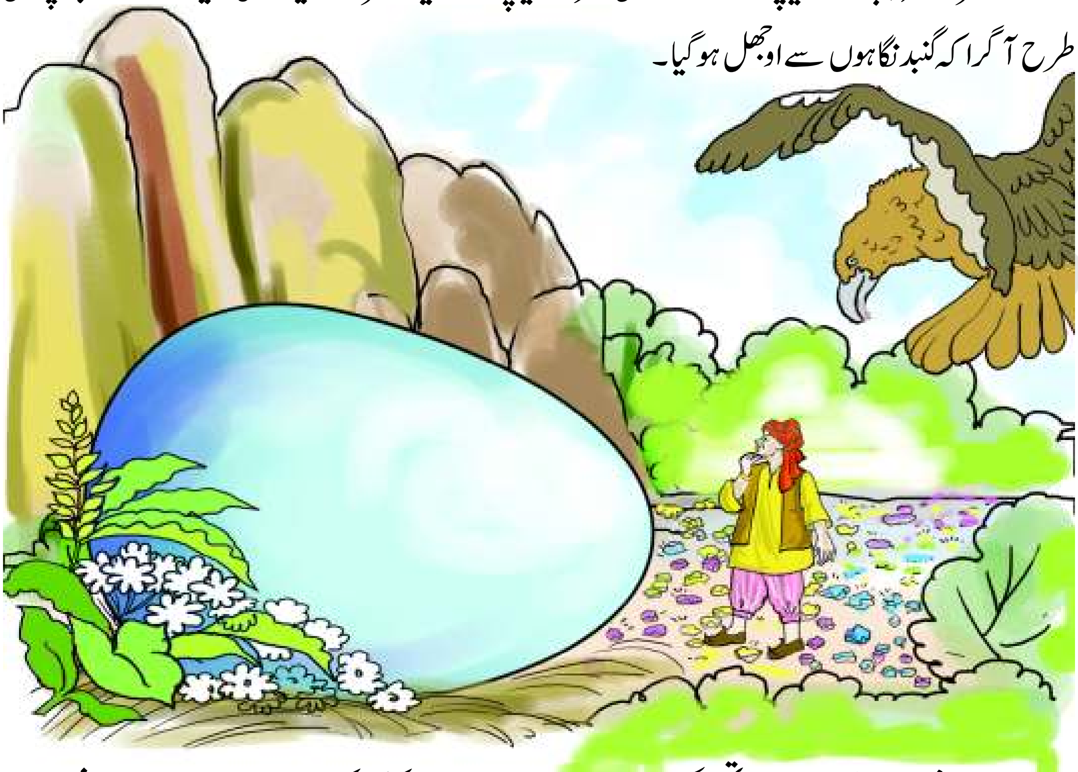

اچانک مجھے یاد آیا کہ میرے ساتھی اکثر ایک بہت بڑے پرندے کا ذکر کیا کرتے تھے جس کا نام "سیمُرغ" ہے۔ اب میری سمجھ میں آیا کہ یہ بادل کا ٹکڑا نہیں سیمُرغ ہے اور جسے میں سفید گنبد سمجھ رہا تھا وہ تو اس سیمُرغ کا انڈا ہے۔

میں سوچ میں پڑ گیا کہ اس جزیرے سے کیسے نکلا جائے۔ سوچتے سوچتے مجھے خیال آیا کہ میں اپنے آپ کو سیمُرغ کے پنجے سے باندھ لوں تو کل صبح سیمُرغ جہاں اڑ کر جائے گا میں بھی اس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ کہیں بھی۔ اس جگہ سے تو چھٹکارا ملے گا۔ آگے اللہ مالک ہے۔ میں سیمُرغ کا پنجہ تلاش کرنے لگا۔ مجھے اس کے پنجے کے بڑے بڑے ناخن نظر آئے۔ ہر ناخن درخت کی موٹی جڑ کی طرح تھا۔ میں نے پگڑی کھولی اور خود کو ایک ناخن کے ساتھ باندھ لیا اور رات بھر خدا سے دعا مانگتا رہا۔

صبح ہوئی۔ سیمُرغ اڑا۔ میں بھی اس کے ساتھ اُڑنے لگا۔ میں بہت گھبرا رہا تھا مگر کر بھی کیا سکتا تھا۔ اڑتے

اڑتے سیمُرغ نیچے اترنے لگا۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ نیچے ایک وادی ہے۔ جیسے ہی وہ زمین کے قریب آیا میں نے پگڑی کا سِرا کھول دیا اور دھم سے زمین پر آ گرا۔ میں نے دیکھا کہ سیمُرغ ایک بڑے اژدہے کی طرف جھپٹا اور اژدہے کو اپنی چونچ میں دبا کر تیزی سے اُڑ گیا۔

اب میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے اور باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ یکا یک میری نظر زمین پر پڑی تو مجھے چاروں طرف ہیرے ہی ہیرے نظر آئے۔ اتنے بڑے اور اتنے سارے ہیرے میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جھٹ سے میں نے ہیروں کو اٹھا اٹھا کر اپنی پگڑی میں جمع کرنا شروع کیا اور افسوس کرنے لگا کہ چمڑے کی تھیلی کیوں جہاز پر بھول آیا۔ اگر وہ ہوتی تو اور بھی ہیرے اکٹھا کر لیتا۔ اچانک مجھے اژدہے کی پھُنکار سنائی دی۔ مُڑ کر دیکھا تو کئی اژدہے اپنے اپنے بِلوں کی طرف دوڑ رہے تھے۔ اتنے سارے

یہ کہنا ہی تھا کہ اوپر سے ایک گوشت کا ٹکڑا میرے پاس آ کر گرا۔ اس کے بعد تو پھر گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے وادی میں گرنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ ان ٹکڑوں سے ہیرے لپٹ جاتے تھے۔ یہ دیکھتے ہی مجھے ایک بات یاد آ گئی۔ میں نے سن رکھا تھا کہ کسی جزیرے کی ایک وادی میں ہیرے کی کان ہے۔سوداگر اس وادی میں

گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے پھینکتے ہیں۔ ان سے ہیرے چپک جاتے ہیں۔ بڑے بڑے گدھ وادی میں آ کر ان ٹکڑوں کو اپنے پنجوں سے اٹھا کر اُڑ جاتے ہیں اور انھیں اپنے گھونسلوں میں لا کر خود کھاتے ہیں اور اپنے بچّوں کو بھی کھلاتے ہیں۔ اس سے پہلے سوداگر گدھ کو اڑا کر گوشت سے چپکے ہوئے ہیرے نکال لے جاتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہی وہ ہیرے کی کان ہے۔ میں نے ہیروں سے بھری پگڑی اپنی کمر سے کس کر باندھ لی اور گوشت کے ایک بڑے ٹکڑے کو پگڑی کے ایک سرے سے اپنی پیٹھ پر باندھ لیا اور زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔

کچھ ہی دیر بعد وادی میں گدھ ایک ایک کر کے اترنے لگے۔ ایک بہت بڑا گدھ اس گوشت کے ٹکڑے کی طرف جھپٹا جو میری پیٹھ پر بندھا ہوا تھا۔ وہ اسے اپنے پنجوں سے لے کر اڑا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ اڑنے

لگا۔ جب گدھ اپنے گھونسلے میں پہنچا تو جھٹ سے میں نے اپنے آپ کو گوشت کے ٹکڑے سے الگ کر لیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اتنے میں وہاں ایک سوداگر آیا اور ڈنڈا دکھا کر گدھ کو اڑا دیا۔ اس نے مجھے دیکھا تو حیران ہوا۔ سمجھا کہ میں کوئی چور ہوں اور ہیرے چرانے آیا ہوں۔ میں نے اسے سارا ماجرا کہہ سنایا اور کہا کہ ''گوشت سے لپٹے ہوئے ہیرے تمھارے ہیں۔ میں اور بھی ہیرے سمیٹ کر لایا ہوں۔'' پھر میں نے پگڑی میں بندھے ہوئے ہیرے اسے دکھائے اور کہا '' جتنے چاہو لے لو مگر پہلے مجھے پانی پلاؤ، کھانا کھلاؤ ورنہ میں مر جاؤں گا۔''

یہ سن کر سوداگر بہت خوش ہوا اور مجھے اپنی جھونپڑی میں لے گیا۔ میری خوب خاطر تواضع کی اور میرے پاس سے ایک بھی ہیرا نہیں لیا۔ پھر اس نے میرے بغداد جانے کا انتظام کر دیا۔ اس سوداگر کی مہربانی سے میں جہاز پر سوار ہوا اور اس طرح میں اپنے سفر سے مالا مال ہو کر لوٹا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

(الف لیلہ سے)

سوالات

1. سند باد جہازی نے دوسرا سفر کیوں شروع کیا؟
2. جزیرے کی سیر کرتے ہوئے سند باد نے کیا کیا دیکھا؟
3. جزیرے میں گوشت کے ٹکڑے گرنے پر سند باد کو کیا یاد آیا؟
4. جزیرے سے سند باد جہازی کس ترکیب سے نکلا تھا؟
5. سوداگر نے سند باد کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

© NCERT not to be republished